© rasailojaraid.com

کہانی

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

سُرخ جوڑا

دو بہنوں کا آپس میں بہت پیار تھا۔ بڑی چھوٹی کے بغیر اور چھوٹی بڑی کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھاتی تھی۔ شادی کے بعد بھی ان کا یہی حال تھا۔ دنیا جہان یا اپنے خاندان کا کوئی کام ہو ایک دوسرے سے پوچھے بغیر نہیں کرتی تھیں۔ وقت گزرتا رہا، دونوں کی اولاد بڑی ہوتی گئی۔ چھوٹی بہن کے بیٹے اور بڑی بہن کی بیٹی کی شادی ہو گئی۔ شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی کہ لڑکا امریکہ میں ملازم تھا اور لڑکی کے والدین بھی مال و دولت میں کم نہ تھے۔ شادی کے دوسرے سال اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی عطا کردی اور پھر وہی ہوا جو زمانے میں ہوتا آیا ہے۔ کہ جب لڑکی بہو بنتی ہے تو کہتی ہے "ساس اچھی نہیں ملی" اور جب وہی بہو بڑی ہو کر ساس بنتی ہے۔ تو شکایت کرتی ہے۔ "بہو اچھی نہیں ملی"........ ساس نے بہو کا جینا حرام کردیا۔ اور بہو نے آخر مجبور ہو کر زبان کھولی۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ بہو نے اپنے خاوند کو لکھا کہ وہ اسے امریکہ بلالے۔ یہاں اس کی زندگی اجیرن ہو رہی ہے۔ دوسری طرف ساس خطوں کے ذریعے اپنے بیٹے کے کان بھرتی رہی اسے بہو کے خلاف اکساتی رہی۔ اپنے ہاتھ سے بسائے ہوئے ایک گھر کو تباہ کرنے کے منصوبے بناتی رہی۔ یہاں تک کہ وقت نے اپنا فیصلہ دے دیا۔ ایک دن ساس اپنے بیٹے سے بہو کو طلاق دلوانے میں کامیاب ہو گئی۔ ساس کے روپ میں ایک عورت اپنے بیٹے اور بھانجی کا گھر اجاڑنے میں سرخرو ہو گئی تھی۔ لڑکے نے طلاق کے کاغذات اپنے والدین کو ارسال کردیئے۔ ساس نے اپنے بڑے بیٹے کو بہو کے ساتھ یہ کہہ کر روانہ کیا۔ کہ "ٹیلیفون آیا ہے۔ تمہارا والد شدید بیمار ہے۔" پریشانی میں بہو اپنے اور اپنی بچی کے چند کپڑے ہی ساتھ رکھ سکی تھی۔ اس سے جھوٹ بول کر اسے اتنی مہلت بھی نہ دی گئی تھی کہ وہ اپنے جہیز کے سامان میں سے کپڑے، زیور یا اپنی مرضی کی ضروری اشیاء ہی اٹھالے۔ حالانکہ حکم یہ ہے کہ شادی پر فریقین جو کچھ دیں لڑکی کی ملکیت ہوتا ہے۔

بہو کے گھر آکر ساتھ آنے والے لڑکے نے بہو کی ماں سے دروازے میں کھڑے کھڑے صرف اتنا کہا اور واپس آگیا۔ کہ "لڑکے نے امریکہ سے طلاق بھجوادی ہے۔ لڑکی کے والد کو ابھی نہ بتائیں۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ مفاہمت کی کوئی راہ نکل آئے۔" اور گھر واپس جا کر طلاق کے کاغذات بھجوادیئے۔

لڑکی سسکتی رہی، بلکتی رہی، گھٹ گھٹ کر مرتی رہی۔ اس نے کھانا پینا بند کردیا۔ بھلا دکھ ہی لڑکی کے لئے ناقابل برداشت تھا۔ کہ تقدیر نے ایک اور چال چلی۔ وہی لڑکا جو والد کی بیماری کا بہانہ کر کے لڑکی کو اس کے گھر چھوڑ گیا تھا۔ والدین کے کہنے پر لڑکی سے اس کی اکلوتی بیٹی لینے آگیا۔ ماں سے اس کی بچی، اس کی زندگی زبردستی چھین کر اسے دے دی گئی۔ ماں پر قیامت گزر گئی۔ اس کی گود بھی خالی کردی گئی تھی۔ اس نے رو رو کر برا حال کرلیا۔ غم میں ہلکان ہوتی رہی، اس کے بھائی بہن اور اس کے والدین بھی اس کے لئے کچھ نہ کرسکتے تھے۔ آخر بے ہوشی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی چادر نے اس کے دکھ کو، اس کے کرب کو تھوڑی دیر کے لئے اپنے دامن میں چھپا لیا۔ ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ اسے ہوش میں لایا گیا۔ اس کی زبان پر بچی کا نام تھا وہ پاگلوں کی طرح اسے پکارتی تھی۔ مگر افسوس! جواب دینے والا کوئی نہ تھا۔

ادھر بچی کا رو رو کر برا حال تھا۔ ماں کو ملنے کے لئے تڑپتی، روتی، گرلاتی مگر یہاں تو سوتیلی ماں سے واسطہ تھا۔ پنجابی کی مثل مشہور ہے۔ " بھادوں دی دُھپ تے سوتیلی ماں دا نگ" ایک برابر ہوتے ہیں۔------ سارا سارا دن اسے کوسنے دیتی، کام میں لگائے رکھتی، بات بات پہ طعنے دیتی۔ سارے دن کی محنت، ماں کی جدائی، رات کی تنہائی جب اس بچی کو ڈستی تو وہ بے اختیار پکار اٹھتی:

اے رات مجھے ماں کی طرح گود میں لے لے
دن بھر کی مشقت سے بدن ٹوٹ رہا ہے

اس دوران پھر ایک ایسا مرحلہ بھی آیا کہ جب بچی کا فراق ماں کے لئے ناقابل برداشت ہونے لگا۔ بچی کی جدائی میں جگر پھٹنے لگا۔ یہ سوچ کر کہ اس کی بچی کیا کھاتی ہو گی، کیا پیتی ہو گی، کہاں سوتی ہو گی، اس سے کیا سلوک ہوتا ہو گا اور

ایک مدت سے میری ماں نہیں سوئی تابش
میں نے ایک بار کہا تھا "مجھے ڈر لگتا ہے"

کے مصداق۔ ماں نے اپنی بچی سے ملنے کا منصوبہ بنایا۔ اس کے سسرال کی گلی میں اس کی ایک سہیلی تھی۔ اس سے رابطہ کیا۔ اس کے گھر انتظار کرنے لگی کہ بچی جب سکول سے واپس آئے گی تو اسے دیکھ سکے گی۔ شاید اس سے بات بھی ہو جائے مگر افسوس! سسرال والوں کو کسی نے بتا دیا تھا۔ ظالموں نے ماں کی زخمی ماستا کو کچھ سکون دینے کی بجائے بچی کو سکول سے رکشا میں بٹھایا اور رکشا گھر کے گیٹ کے اندر داخل کر کے بچی کو اتار لیا۔

وقت ایک کاٹنے والی تلوار ہے۔ کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ سالوں پر سال بیتتے چلے گئے۔ بچی جوان ہوتی گئی۔ آخر ایک دن ماں کو اس کی سہیلی کے ذریعہ پتہ چلا کہ اس کی بیٹی کی شادی کی جا رہی ہے۔ یہ کیسا انصاف تھا۔ یہ کیسی شادی تھی کہ بیٹی کی شادی کی جا رہی تھی اور حقیقی ماں کو بتانا بھی گوارا نہ کیا گیا تھا۔

کون اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ اس وقت ماں کے دکھی دل پر کیا بیت رہی ہو گی جب ایک طرف اس کی بیٹی کی بارات آ رہی تھی اور دوسرے شہر میں ماں اپنی بیٹی کی رخصتی کیلئے آنسوؤں کی بارش میں سرخ جوڑا تیار کر رہی تھی اس علم کے باوجود کہ یہ جوڑا اس کی بیٹی تک نہیں پہنچ سکے گا۔

بقیہ از ص ۳۸

مطابق پاکستان میں بعض افراد کے قتل کی ذمہ داری جماعت احمدیہ (قادیانی گروپ) کو سونپی گئی ہے۔ علاوہ ازیں بھارت نے قادیانیوں سے اعلیٰ سطح پر مذاکرات کے بعد مسئلہ کشمیر کے حل میں تعاون کی درخواست کی ہے۔ اطلاع کے مطابق بعض کشمیری رہنماؤں کے قتل اور حزب المجاہدین کے اڈوں کی نشاندہی، ان کے رہنماؤں اور مجاہدین کی گرفتاری اور ان کے [illegible] مکمل خاتمے کے لئے تعاون کی خاطر قادیانیوں کے انصار اللہ ونگ کی خدمات حاصل کی گئی ہیں بھارتی خفیہ ایجنسی را نے اس ضمن میں بیس کروڑ روپے پہلی قسط کی ادائیگی کے طور پر لندن بھجوائے ہیں جو ایک قادیانی کشمیری رانا رحیم اللہ لاہوری نے وصول کئے ہیں جو انصار اللہ ونگ کا اہم سالار رہتا ہے کشمیر کے معاملے پر موساد کے بعض اعلیٰ حکام نئی دہلی ذاکر نگر [illegible] (ایم ایل اے) راجیش کھنہ کے ہاں مقیم بتائے گئے ہیں۔ (بشکریہ "تکبیر" ۱۶ دسمبر ۹۳ء)

© rasailojaraid.com